

وقت کا تقاضا ————— عالمی زبان

اور

عربی

اس میں شک نہیں کہ دیگر مخلوقات پر بنی نوع انسان کی شاندار علمی اور معاشرتی لغوی اور برتری میں زبان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مگر آج عالم انسانیت بن خطرات سے دوچار ہے اس میں بھی بڑا دخل لسانی مسائل کا ہے۔ دنیا بھر کی اقوام و مل کے درمیان اتحاد و اتفاق کے لئے ایک مشترکہ ثانوی عالمی زبان کا ہونا ضروری ہے اور فاضل مقالہ نگار نے نہایت محنت اور قریزی سے ثابت کیا ہے کہ اس معیار پر اگر کوئی زبان پوری اترتی ہے تو وہ ہے عربی زبان — توجہ ہے کہ یہ مضمون ہر ملکہ میں غور اور دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ (مرے)

—————★—————

اس وقت دنیا میں کم و بیش ساڑھے تین ہزار زبانیں اور بولیاں رائج ہیں۔ زبانوں کی کثرت اور بولیوں کے اختلاف نے اقوام و مل کے معمولی اور سطحی نوعیت کے اختلافات کو شدید اور خطرناک بنا دیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے مشہور عالم اور لسانیات کے فاضل علامہ سیلیمان ندوی نے ۱۹۱۵ء میں فرمایا تھا :

”اگر ہندوستان ایک ملک بننا چاہتا ہے اور اس کے قومی تعلیمی اور سیاسی خیالات کو حیثیت ایک قوم اور ایک ملک کے ترقی کرنا ہے تو ایک مشترک زبان کے بغیر بارہ نہیں“ (نقوش سیاسی ص ۷)

اور دس سال بعد ۱۹۲۵ء میں ارشاد کیا تھا :

”اس وقت کوئی ایسا عقلمند ہندوستان میں نہیں جو اس ملک کیلئے ایک عام اور مشترک زبان کی ضرورت سے انکار کرے۔ اگر ہندوستان کو ایک قوم بننا ہے

تو مقامی زبانوں کے سوا ایک نہ ایک عام زبان بنانی پڑے گی۔ (نقوش سیمانی ص ۷۲۶)
 علامہ ندوی صاحب مرحوم کی ان عبارتوں سے اس امر کی تصدیق و تائید ہوتی ہے کہ انسانوں میں اتحاد
 اور تعاون کیلئے ایک عام اور مشترک زبان کا ہونا ضروری ہے۔

نیز جس طرح بلا وسنہ کی مختلف اقوام و مل کے اتحاد کے لئے ایک بین الصوبائی قسم کی زبان
 کا ہونا ضروری تھا۔ اسی طرح آج دنیا بھر کی اقوام و مل کے درمیان اتفاق و اتحاد کے لئے ایک عالمی
 یا بین الاقوامی زبان کا ہونا بھی ضروری اور لازمی ہے۔

انسان کی مادی اور معاشرتی ترقی کا راز زبان کی وسعت اور ترقی میں ہے۔ اگر انسان دوسرے
 جانداروں کی طرح اپنی زبان کو چند آوازوں تک محدود رکھتا تو مختلف افراد قومیں اور نسلیں ایک دوسرے
 کے تجربات سے استفادہ نہ کر سکتیں۔ اس لئے کہ انسان کی تمام تر ترقی باہمی تعاون ایک دوسرے
 سے ہمدردی اور افہام و تفہیم کی بدولت ہوئی ہے۔ اور یہ امور ایک ترقی یافتہ زبان کے بغیر مقصور
 نہیں ہو سکتے۔

حاصل کلام یہ کہ :

۱۔ انسان نے دوسرے جانداروں کے مقابلے میں جوش انداز معاشرتی ترقی کی ہے وہ
 زبان کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔

۲۔ آج زبان کی شاخ و شاخ تقسیم اور بولیوں کے اختلاف نے دنیا بھر کے انسانوں میں
 اختلافات پیدا کر دیے ہیں۔ ایسے اختلافات جنہوں نے نہ صرف ترقی بلکہ عالم انسانیت کو خطرات
 سے دوچار کر دیا ہے۔

عالمی زبان | عالمی زبان سے مراد ایک ایسی زبان ہے جو ساری دنیا میں رائج ہو اور جس
 کے ذریعہ مختلف اقوام و مل کے لوگ ایک دوسرے سے میل جول اور روابط بڑھا سکیں، بعض
 لوگ عالمی زبان کو قومی اور علاقائی زبانوں کے لئے خطرہ خیال کرتے ہیں جس طرح ہٹلر نے عالمی زبان
 اسپرانتو (ESPERANTO) کو جرمنی کی قومی زبان کے لئے خطرہ تصور کرتے ہوئے اسے
 ملک میں خلاف قانون قرار دیدیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی زبان کسی ملکی قومی یا علاقائی زبان
 کیلئے خطرہ نہیں ہوگی۔ جدید لسانیات کے ماہر بوڈمر (BODMER) نے اپنی کتاب ”دی لوم
 آف لینگویج“ (THE LOOM OF LANGUAGE) کے گیارہویں باب میں اس قسم کے تمام فرضی
 خطرات اور خدشات کی تردید کر دی ہے اور عالمی زبان کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا کہ :

”عالمی زبان ہر ملک میں ثانوی زبان کے طور پر رائج ہوگی۔ آج بھی دنیا بھر کے ممالک میں بچے مادری زبانوں کے ساتھ ساتھ لازمی طور پر ایک یا ایک سے زیادہ غیر ملکی زبانوں کی درس و تدریس اور رواج سے کسی ملک اور قوم کی زبان کو خطرہ نہیں تو عالمی زبان کی تعلیم سے خطرہ کیوں ہوگا۔“ (کتاب مذکور ص ۳۲۰-۳۲۱)

ضرورت کا احساس | اسلام نے روزِ اوّل سے ہی عالمی زبان کی ضرورت کا احساس کر لیا تھا، چنانچہ قرآن کریم کی تلاوت، نماز اور خطباتِ جمعہ و عیدین کیلئے عربی زبان کو بین الاقوامی سطح پر لازمی قرار دیا ہے۔ گویا جس ضرورت کا احساس اہل دنیا نے بعد از خرابی بسیار تجربات کی روشنی میں آج کیا ہے۔ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے کر لیا تھا۔

اس سے پہلے کہ یہ بتایا جائے کہ کس ملک یا قوم کے لوگوں نے عالمی زبان کی ضرورت کا احساس کب کیا ہے۔ اور پھر اس باب میں کس نوعیت کی کوششوں کو کام میں لایا گیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب و علل کی نشاندہی کی جائے جو اس احساس کے محرک ہوئے ہیں۔

مسلمانوں میں عالمی زبان کی ضرورت کا احساس اشاعتِ اسلام اور وسیع و عریض سلطنت کے نظم و ضبط نے پیدا کیا تھا۔ اموی خلافت کے زمانے میں فتوحات کا سلسلہ پھیل گیا اور اندلس سے سندھ تک کی وسیع مملکت ایک مرکزی حکومت کے تحت چلنے لگی تو اربابِ سیاست نے ایک ایسی زبان کی ضرورت محسوس کی جو پورے عالمِ اسلام میں افہام و تفہیم کا ذریعہ ہوتی چنانچہ عبدالملک بن مروان نے عربی کو پورے عالمِ اسلام کی سرکاری زبان قرار دیدیا۔ اور کوشش کی کہ مملکت کے مختلف حصوں میں بولی جانے والی عقابی زبانوں کے دوش بدوش عربی کو رائج اور عام کیا جائے۔ امویوں کے بعد عباسی دور کے خلفاء نے غیر ملکی زبانوں کے عربی میں تراجم کا سلسلہ شروع کیا اور لاطینی، یونانی، عبرانی، فارسی اور سنسکرت زبانوں میں لکھی ہوئی کتابوں کو عربی میں منتقل کر دیا۔ اس طرح ایک آدمی کے لئے صرف عربی کے سیکھ لینے سے مختلف زبانوں میں تصنیف کی گئی کتابوں کا مطالعہ ممکن ہو گیا۔

اسلام ایک تبلیغی اور بین الاقوامی مذہب (دین) ہے۔ مسلمان جہاں کہیں گئے انہیں زبانوں کی مغایرت کا شدت سے احساس ہوا اور جب دیکھا کہ زبانوں کا اختلاف دین کی اشاعت میں حائل ہو رہا ہے تو انہوں نے جا بجا درس گاہیں قائم کر کے عربی زبان کی درس و تدریس شروع کر دی اور غیر عرب اقوام کو ثانوی زبان کے طور پر عربی سکھانے میں سہولت کی خاطر عربی زبان کے قواعد

(GRAMMER) کا فن ایجاد کیا۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ عربی قواعد (GRAMMER) کی مستند ترین کتابیں غیر عرب علماء کی تصنیف کردہ ہیں۔

سقوط بغداد کے حادثے کے بعد مسلمان سیاسی اقتدار سے محروم ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ مغربی یورپ اور خاص کر برطانیہ اور فرانس نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ ان ملکوں کے سیاست دانوں نے مذہب کو دنیاوی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ اور اسکی صورت یہ نکالی کہ عیسائیت کی تبلیغ کے بہانے کم ترقی یافتہ اور سپہاندہ ملکوں میں پادری (مبشر) بھیجے اور ان کے پیچھے فوجیں برسرِ نیلویں اور سیاسی شاطروں نے پیش قدمی کی۔ پادریوں نے تبلیغ کے دوران اور برسرِ نیلویں نے فوجی کارروائیوں اور ان کے بعد نوآبادیات میں نظم و نسق کے دوران ایک مشترک زبان کی ضرورت محسوس کی۔ برصغیر پاک و ہند میں روشن اردو - کلکتہ میں نورث ولیم کالج کا قیام اور میرامن دہلوی کے ”باغ و بہار“ جیسے طویل افسانے انگریز حکمرانوں کے زبان کی ضرورت کے بارے میں اسی احساس کا نتیجہ ہیں۔

سزویں صدی کے شروع تک یورپ میں لاطینی (LATIN) علمی زبان کے طور پر رائج تھی۔ یورپ کے ہر حصے اور قوم میں اسکی درس و تدریس کا اہتمام تھا۔ اس طرح انہیں ایک ایسی زبان حاصل تھی جو اس بڑے عظم کی مختلف اقوام میں انہام و تفہیم کا ذریعہ تھی۔ ایشیا، افریقہ اور امریکہ میں فتوحات اور نوآبادیات کے قیام نے یورپ کے مختلف ملکوں اور ماقبوں کے درمیان رقابت حسد و عناد اور مخالفت کے جذبات پیدا کر دیے۔ اور اس طرح یورپ سرد و گرم دونوں قسم کی خانہ جنگی کا شکار ہو گیا۔ اس خانہ جنگی میں فتح حاصل کرنے کیلئے سیاست دانوں نے اپنے اپنے ملک کے عوام میں نسلی اور ملکی برتری کا جذبہ ابھارنے کی کوشش کی اور ہر ملک کے حکمرانوں نے اپنی قومی زبان کو ہر کاری زبان کا درجہ دیکر لاطینی (LATIN) کیلئے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ زبانوں کی دلدل میں پھنس گیا۔

یورپ کے عاقبت اندیش اور خیر خواہ دانشوروں نے محسوس کیا کہ زبانوں کا اختلاف کسی روشن مستقبل کی علامت نہیں، انہوں نے لاطینی کو مشترک اور بین الاقوامی زبان بنائے رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ لیکن لاطینی کی اندرونی خرابی نے ان کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ ایک طرف مقامی زبانوں کی برتری کا عام رجحان اور دوسری طرف لاطینی زبان کی مشکلات دو ایسے امور تھے جنہوں نے اس زبان کے زوال کو یقینی بنا دیا۔ نوجوان نسلی نے لاطینی زبان کے

قواعد (GRAMMAR) کے ناقص ہونے پر اعتراض کیا، اور کہا کہ ہمارے پاس اتنا زیادہ وقت نہیں کہ سائنسی علوم کی تعلیم سے پہلے عمر و مزہ کا گرانمایہ حصہ لاطینی کے قواعد رٹنے میں صرف کریں۔ ظاہر ہے کہ نوجوان نسل کا لاطینی سے فزائیک قدرتی امر تھا۔ اور ان کے اعتراض کا ان دانشوروں کے پاس کوئی جواب نہ تھا جو لاطینی کو زندہ رکھنے کی کوشش میں تھے۔

آخر یورپ کے بھی خواہ دانشوروں نے لاطینی کی جگہ کسی دوسری زبان کی تلاش شروع کی جسے یورپ کے بڑے بڑے مشترک زبان کی حیثیت سے اپنایا جاتا۔ لیکن اہل یورپ کی بدقسمتی کہنے کے انہیں یورپ میں رائج قومی زبانوں میں کوئی زبان بھی ایسی نہ مل سکی جس میں مشترک زبان ہونے کی صلاحیت ہوتی۔

مصنوعی زبانیں | یورپ کے ماہرین لسانیات بر اعظم میں رائج زبانوں کی صلاحیتوں سے بالواس ہو گئے تو انہوں نے مصنوعی زبان (ARTIFICIAL LANGUAGE) کی تیاری پر سوچنا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں یورپ کے ماہرین نے جس قدر محنت کی اسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں، البتہ چند بنیادی اور ضروری باتیں یا اشارات ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں :

۱۔ ۱۶۲۹ء میں فرانس کے ایک فلسفی نے جو علم ریاضی کا ماہر بھی تھا پہلی بار مصنوعی زبان کی تیاری کی تجویز پیش کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ ایسی زبان بنائی جاسکتی ہے جس کا ذخیرہ الفاظ صرف ایک دن کی محنت سے ذہن نشین ہو جائے۔

۲۔ ۱۶۶۸ء میں بشپ وکلنز (BISHOP WILKINS) نامی ایک ماہر لسانیات "فلسفیانہ زبان" (PHILOSOPHICAL LANGUAGE) کے عنوان پر ایک مضمون لکھا جس میں فرانس کے مذکورہ بالا فلسفی کے خیالات کی تائید اور اسے عملی جامہ پہنانے کے اقدامات کی وضاحت کی گئی تھی :

۳۔ ۱۶۶۱ء میں والگرنو (DALGARNO) نام کے ایک عالم لسانیات نے ایک ایسی زبان تیار کی تھی جس کا ذخیرہ الفاظ ریاضی کے اعداد کی طرح آسان اور قابل فہم تھا۔ اس نے ایک جیسے معانی کے لئے ایک جیسے کلمات تجویز کئے تھے۔ ہمتی، گھوڑا، گدھا اور خچر باربرداری کے کام آنے والے چار جانور ہیں جو ایک دوسرے سے کام کی نوعیت کے اعتبار سے تعلق رکھتے ہیں۔ "والگرنو" کی زبان میں ان چاروں جانوروں کے لئے جو کلمات مخصوص تھے وہ بھی آپس میں قریبی ربط رکھتے تھے۔ مثلاً ہمتی کے لئے "نیکا"، گھوڑے کے لئے "نیکے"، گدھے کیلئے "نیکو" اور خچر کیلئے "نیکو" کا لفظ تھا۔

۴۔ ۱۶۶۸ء میں برطانیہ کی رائل سوسائٹی نے انگریزی کی اصلاح کیلئے ایک کمیٹی قائم کی تھی۔ اس کمیٹی کا قیام اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ انگریزی ناقص زبان ہے اور اس میں بین الاقوامی زبان ہونے کی صلاحیت نہیں۔ اس کمیٹی نے کیا سفارشات کیں یا انگریزی کی اصلاح کے سلسلے میں کیا خدمات سرانجام دیں؟ اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا، البتہ اس کمیٹی نے ”وانگریز“ کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ کی تیار کردہ زبان کو عالمی زبان کے طور پر قبول کر لینے کی بادشاہ کو سفارش کی گئی ہے۔

۵۔ بشپ وکلنز (BISHOP WILKINS) نے جو زبان مرتب کی تھی اسکی ایک خوبی یہ تھی کہ اس میں دوسری زبانوں کے تراجم یا اس زبان کے دوسری زبان میں ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کسی ایک زبان کا کتاب کو وکلنز کے تیار کردہ رسم الخط میں لکھ دینے سے اس میں یہ خوبی پیدا ہو جاتی تھی کہ وہ لوگ بھی اس کتاب کو سمجھ سکتے تھے جو اس زبان سے واقف نہیں ہوتے تھے۔ جس میں کتاب لکھی گئی تھی۔ گویا وکلنز نے تلفظ ایجاد نہیں کیا تھا رسم الخط مرتب کیا تھا۔ وکلنز (WILKINS) نے اس ایجاد کا تصور ریاضی کے اعداد اور چین کے رسم الخط سے لیا تھا۔ ریاضی کے اعداد لکھنے والا کسی زبان میں لکھے پڑھنے والا اپنی زبان میں پڑھ لیتا ہے، یہی حال چینی زبان کا ہے۔

چین میں آٹھ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن یہ سب ایک ایسے مشترک خط میں لکھی جاتی ہیں کہ شمالی چین کی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کو جنوبی چین میں رہنے والا وہ شخص بھی پڑھ سکتا ہے جسے شمالی چین کی زبان سے قطعاً کوئی واقفیت نہیں۔ گویا چین کے مختلف حصوں میں رہنے والے لوگ ایک دوسرے سے بات چیت تو نہیں کر سکتے ہیں۔ سارے چین میں ایک ہی اخبار پڑھا جاسکتا ہے۔ باوجودیکہ سارے چین میں آٹھ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ دراصل چینوں کا رسم الخط تصویری رسم الخط کی ایک صورت ہے جو چین کی آٹھ مختلف زبانوں کیلئے مشترک حیثیت رکھتا ہے۔ اور وکلنز نے جو رسم الخط ایجاد کیا تھا وہ ساری دنیا کی زبانوں کیلئے استعمال کیا جاسکتا تھا۔ یا کم از کم وکلنز کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے ایجاد کردہ رسم الخط میں عالمی ہونے کی صلاحیت ہے۔

۶۔ ۱۸۷۹ء جرمنی کے ایک دانشور نے جس کا نام ”جان مارٹن شلیئر“ (JOHANN MARTIN SCHLEYER) تھا۔

وولاپوک (VOLAPUK) نام سے ایک زبان ایجاد کی۔ یہ پہلی

نوش نصیب مصنوعی زبان تھی جسے لکھا اور پڑھا گیا اس میں کتابیں تصنیف کی گئیں اور تراجم ہوئے اس زبان کی ایجاد کے صرف دس سال بعد ۱۸۸۹ء میں اندازہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دولاپوک کے حمایتی دولاکھ سے اوپر تھے۔ دو دہجن رسالے اور تیس سو سے اوپر جماعتیں اس کی نشر و اشاعت میں مصروف تھیں، دولاپوک کا مقصد اس کے نام اور نعرے سے ظاہر ہے۔ دولاپوک (VOLAPUK) اسی زبان کے دو کلمات سے مرکب ہے۔ "ولا" (VOL) یعنی "عالمی" اور "پوک" (PUK) یعنی "زبان"۔ عالمی زبان — اس زبان کے حامیوں کا نعرہ (MOTTO) تھا (FOR ONE HUMANITY) — MENADE BALPUKI BAL (ONE LANGUAGE) یعنی ایک انسانیت کیلئے ایک زبان۔ افسوس کہ یہ زبان اپنے ہی حامیوں والوں کے باہمی اختلافات کے بعد جس سرعت سے پھیلنی شروع ہوئی تھی۔ اس سرعت سے ۱۸۸۹ء میں انحطاط کا شکار ہو گئی۔

۷۔ ۱۸۸۷ء میں "دولاپوک" کے زوال سے دو سال پہلے موجودہ زمانے کی مشہور اور کامیاب ترین مصنوعی زبان "اسپرانتو" (ESPERANTO) ایجاد ہوئی اس کے موجد کا نام "زامن ہوف" (ZAMENHOF) تھا جو پولینڈ کا باشندہ تھا۔ یہ زبان آج تک زندہ اور ترقی پذیر ہے اس وقت امریکہ روس اور چین جیسے باہمی مخالف اور متحارب ملکوں میں بھی اس کے حامی اور اس کی نشر و اشاعت کرنے والے ادارے موجود ہیں۔ اٹلی کے ایک شخص نے حال ہی میں قرآن کریم کا اسپرانتو میں ترجمہ کیا ہے۔

اسپرانتو (ESPERANTO) کی ایجاد کے بعد بھی بہت سی مصنوعی زبانیں ایجاد کی گئیں ہیں جن میں سپلین (SPELIN) یونی ورسل (UNIVERSAL) ایدو (IDO) اور اسپرانتیدو (ESPERANTIDO) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن "اسپرانتو" جیسی کامیابی اور شہرت کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ "اسپرانتو" ایک زندہ اور ترقی پذیر زبان ہے۔ اس کے مطالعہ سے یورپائی زبانوں کے انداز اور مسائل کا پتہ چل جاتا ہے۔ نیز "سکاوٹ" اور "ریڈ کراس" کی عالمی تحریکوں کی طرح "اسپرانتو" کی تحریک بھی ایک عالمی علمی اور باہمی تعاون کی تحریک ہے۔ ان حالات میں میری تجویز ہے کہ ہمارے جامعات (یونیورسٹیوں) کے نصاب میں جہاں دنیا کی بہت سی مردہ زبانوں کو اختیاری حیثیت دی گئی ہے۔ "اسپرانتو" کو بھی اختیاری زبان کی حیثیت دی جائے۔

بنیادی انگریزی | اوپر کی سطحوں میں یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ ۱۶۶۲ء میں انگریزی کی اصلاح کر کے اسے عالمی زبان بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت تو یہ کوشش ابتدائی مراحل

ہی پر ختم ہو گئی تھی۔ لیکن ۱۹۳۰ء میں ایک انگریز نے از سر نو کوشش کر کے "بنیادی انگریزی" (BASIC ENGLISH) تیار کی، اس میں خوبی یہ ہے کہ ۸۵۰ کلمات پر مشتمل ذخیرہ الفاظ ہے جو چالیس ہزار کلمات کی جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔ اور اسکی گرامر کے صرف سولہ قواعد یاد کرنے پڑتے ہیں۔ اس زبان کی ایجاد با ترتیب کے بعد ۱۹۴۰ء میں اسکی اشاعت کے لئے باقاعدہ کوشش شروع کی گئی اور آج پاکستان کی افواج میں بھی یہ زبان (بسیک انگلش) رائج ہے۔ اس کا محدود ذخیرہ الفاظ اور چند قواعد پر عبور حاصل کرنے کیلئے تین اور چھ ماہ کی مدت صرف ہوتی ہے۔

انگریزوں کی اس کوشش کے دیکھا دیکھی امریکیوں نے خاص انگریزی (SPECIAL ENGLISH) ترتیب دی ہے حقیقت یہ ہے کہ انگریز اور امریکی یہ نہیں جانتے کہ ان کی زبان انگریزی کے علاوہ کوئی دوسری زبان عالمی زبان کا درجہ حاصل کرے۔ انہیں "اسپرانتو" کی مخالفت کے لئے کوئی دلیل دیا تھا نہیں آئی تو اس کے مقابلے میں بسیک اور پشیل انگریزی رائج کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے شاید انہیں اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ دنیا انگریزی اور اس کے پرستاروں (انگریزوں اور امریکیوں) کو مشکلہ چکی ہے۔ اور ان کے اپنے مفکر لارڈ رسل اور ٹائٹن بی وغیرہ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اب عالمی سیاست اپنا رخ بدل رہی ہے۔

جہاں تک انگریزی زبان کا تعلق ہے اس سلسلہ میں اس زبان کے تمام ماہر بغیر کسی اختلاف رائے کے اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ زبان نہایت بے ربط بے ڈھنگی اور بے لطف ہے، نہ اس میں فرانسیسی یا عربی یا فارسی جیسی سلاطت اور شیرینی ہے اور نہ ہی اسکی ساخت بناوٹ، مسائل اور قواعد میں معقولیت ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے اب تک کی معروضات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں :

- ۱۔ زبانوں کی کثرت اور بولیوں کا اختلاف عالمی سطح پر انسانوں میں اتفاق اور تعاون کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔
- ۲۔ مختلف ملکی یا قومی زبانوں کے ساتھ ساتھ ایک عالمی یا بین الاقوامی زبان کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔
- ۳۔ اسلام نے عالمی زبان کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے عربی زبان کو مسلمانوں کیلئے لازمی قرار دیا ہے۔

۴۔ یورپ کے ماہرین لسانیات نے یہ حقیقت تسلیم کر لی ہے کہ لاطینی (LATIN) یا

یورپ میں متعارف کسی دوسری زبان میں عالمی زبان کا درجہ حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں۔
۵۔ یورپ کے دانشوروں اور ماہرین لسانیات نے مختلف مصنوعی زبانیں ایجاد کیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی عالمی زبان کا درجہ حاصل نہ کر سکی سوائے "اسپرانتو" کے جو ابھی تک زندہ در ترقی پذیر ہے۔

۶۔ انگریزوں اور امریکیوں نے انگریزی کے ذریعہ الفاظ کو محدود کر کے اسے عالمی زبان کے طور پر مقبول بنانے کی کوشش شروع کر رکھی ہے۔ (باقی آئندہ)

دیانتداری اور خدمت
ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں
کا

شکریہ ادا کرتے ہیں
جنہوں نے

پستول مارکر آٹا

پسند فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے

ہمیشہ پستول مارکر آٹا استعمال کیجئے

جسے

آپ بھتر پائیے گے

نوشہرہ فلور ملز جی ٹی روڈ نوشہرہ

فون نمبر ۱۲۶

ایگل

ایک
عالمگیر
قلم!

بر
دستیاب
ہے

سلطان خاواہ پٹوگنی
برٹھ دڈ۔ کراچی

سلطان خاواہ پٹوگنی
صلاتی اینڈ سنسز۔ ڈھاکہ

